Accession Number 84681
Date 26-6-86

پروفیسر محمد صدیق

بیرسٹر شیخ محمد اکرام، نائب مدیر "مخزن"

احوال و آثار

شیخ محمد اکرام نائب مدیر "مخزن"، مدیر "عصمت"، "انیس نسواں" اور مدیر "تمدن" کے ابتدائی حالات پردۂ بیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔ باوجود بہت کوشش کے ان کے ذاتی اور خاندانی حالات دست یاب نہیں ہو سکے۔ مگر بہت سے شواہد اس امر کی دلالت کرتے ہیں کہ وہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کی نوجوانی اور جوانی کا زمانہ لاہور کے گلی کوچوں میں گزرا۔ وہ لاہور کے جلسوں میں منعقد ہونے والی ادبی مجلسوں میں نظر آتے ہیں۔ کیونکہ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں بھاٹی دروازے کا وہ علاقہ جو بازار حکیماں، موتی ٹبہ سے لے کر تحصیل بازار تک چلا گیا ہے، ارباب علم و ہنر اور رؤسائے شہر کا مرجع و مسکن تھا۔ اس میں شاعر، ادیب اور نامور وکیل جمع ہوتے، پر رونق محفلیں جمتیں اور ان کے علم و ادب کے جوہر کھلتے تھے۔ اسی مردم خیز شہر میں انھوں نے اپنی تعلیمی منازل طے کیں۔

محترمی خواجہ محمد شفیع دہلوی[1] کو ان کے نستعلیق اردو لب و لہجے سے اشتباہ ہوا کہ "شیخ محمد اکرام میرٹھ کے رہنے والے تھے، پنجاب میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔" حالانکہ ایسا نہیں ہے، وہ لاہور ہی کے رہنے والے تھے۔ شیخ محمد اکرام کے والد کا نام شیخ فرزند علی تھا۔[2]

---

[1] خواجہ محمد شفیع ۱۹۰۹ء میں دلی کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد خواجہ عبدالمجید بی۔ اے سینٹ سٹیفنز کالج میں فارسی زبان و ادبیات کے پروفیسر تھے۔ خواجہ محمد شفیع نے عربک سکول دلی اور سینٹ سٹیفنز کالج دلی میں تعلیم حاصل کی۔ متعدد ادبی شاہکار ان کی یادگار ہیں۔ خواجہ میر درد کے دیوان کی واحد شرح انہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔

[2] "دی آنریبل سوسائٹی آف لنکنز ان لندن" کے داخلہ رجسٹر کی نقل ارسال کردہ از مس باربرا بیلس "ناظم امور طلبا" بنام راقم محمد صدیق، مورخہ یکم جولائی ۱۹۸۲

شیخ محمد اکرام ساڑھے تین ماہ بیمار رہے اور ۲۴ مئی ۱۹۴۱ء کو بعمر ساٹھ سال دہلی میں فوت ہوئے۔ مولانا رازق الخیری لکھتے ہیں: "آہ! افسوس ساڑھے تین ماہ کی علالت کے بعد ۲۴ مئی (۱۹۴۱) کو شیخ محمد اکرام صاحب کا بعمر ساٹھ سال دہلی میں انتقال ہوگیا۔"[۴۳]

ملا واحدی نے ۱۹۴۵ء تک ان کے بقید حیات ہونے کا ذکر کیا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ یہ انھوں نے اپنی یادداشت پر بھروسہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے، کوئی حوالہ درج نہیں کیا۔[۴۴] صحیح بات یہ ہے کہ شیخ محمد اکرام کی تاریخ وفات ۲۴ مئی ۱۹۴۱ ہی ہے۔ انھوں نے ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس حساب سے ان کی تاریخ پیدائش مئی ۱۸۸۰ برآمد ہوتی ہے۔ مگر اکتوبر ۱۹۱۱ میں جب انھوں نے لنکنز ان، انگلستان میں بیرسٹری کرنے کے لیے داخلہ فارم پر کیا، وہاں انھوں نے اپنی عمر ۲۶ سال درج کی۔ اس اندراج سے ان کا سن پیدائش ۱۸۸۵ء برآمد ہوتا ہے۔ بہرحال وہ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۵ء کے درمیان پیدا ہوئے۔

شیخ محمد اکرام کا نام پڑھتے ہی ذہن فوراً ایس۔ ایم۔ اکرام[۴۵] (شیخ محمد اکرام) صاحب رودِ کوثر، موجِ کوثر اور آبِ کوثر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ دونوں حضرات الگ الگ شخصیت کے مالک تھے۔ لیکن مندرجہ ذیل واقعہ سے ان دو بزرگوں میں ایک گہرا تعلق بھی پیدا ہوتا ہے، کیونکہ ایس۔ ایم۔ اکرام (صاحبِ رودِ کوثر) کے والد شیخ فضل کریم تعلیم یافتہ اور صاحبِ فکر انسان تھے، محکمہ مال کے اہل کار تھے، علم و ادب کے شیدائی تھے، شیخ محمد اکرام نائب مدیر "مخزن" سے ان کے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ وہ ان کی علمی و ادبی صلاحیتوں کے مداح تھے۔ جب ۱۰ ستمبر ۱۹۰۸ کو شیخ فضل کریم کے ہاں پہلا لڑکا پیدا ہوا تو انھوں نے شیخ محمد اکرام نائب مدیر مخزن سے اپنے دلی تعلق کے اظہار کے طور پر نومولود کا نام ان کے نام پر محمد اکرام رکھا۔ پروفیسر حمید احمد خان (۱۹۰۳ - ۱۹۷۴ء) تحریر کرتے ہیں:

۴۳۔ "عصمت" جون ۱۹۴۱ جلد ۶۶ نمبر ۲ ص ۳۸۰

۴۴۔ میرے زمانے کی دلی حصہ اول ملا واحدی ص ۳۱۹

۴۵۔ شیخ محمد اکرام ولد شیخ فضل کریم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۸ چک جھمرہ — ۱۷ جنوری ۱۹۷۳ لاہور

" ان (ایس۔ ایم۔ اکرام) کے برادرِ کوچک شیخ محمد اقبال بیان کرتے ہیں کہ ہمارے والد نے اپنے فرزند اکبر کا نام شیخ محمد اکرام اسسٹنٹ ایڈیٹر "مخزن" کے نام پر محمد اکرام رکھا۔ یہ بیٹے کے لیے گویا باپ کی ایک خواہش کا اظہار تھا[۶]

ایس۔ ایم۔ اکرام کی پیدائش کے وقت نائب مدیر مخزن شیخ محمد اکرام کی عمر تقریباً اٹھائیس سال کی ہوگی۔ اس دور میں علم و ادب کی بہت سی قدر آور شخصیتیں زندہ تھیں۔

شیخ محمد اکرام کی اہلیہ تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ وہ ان کے ادبی کاموں میں برابر کی شریک تھیں۔ بیگم خواجہ محمد شفیع دہلوی بیان کرتی ہیں کہ مسز اکرام سے میری ملاقات رہتی تھی۔ وہ پنجاب کی رہنے والی تھیں اور ان کے اردو لب و لہجے میں پنجابیت موجود تھی۔ مسز اکرام صاحب طرز ادیبہ تھیں۔ ان کے بے شمار مفید اور عمدہ مضامین مخزن، عصمت اور انیس نسواں کی فائلوں میں موجود ہیں۔ خواتین ان کے مضامین ذوق و شوق سے پڑھتی تھیں، اور ان کے مضامین کی منتظر رہتی تھیں جون ۱۹۰۸ میں عصمت کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔ شیخ محمد اکرام اس کے مدیر اور مسز اکرام اس کی نائب مدیرہ تھیں۔ انھوں نے ماؤں، بیٹیوں، ساسوں، بہوؤں، نندوں اور بھاوجوں کے حقوق اور فرائض، ان کے باہمی تعلقات پر اثر انگیز اور درد انگیز مضامین تحریر کیے[۷]

خواجہ محمد شفیع دہلوی بیان کرتے ہیں کہ وہ صاحبِ اولاد تھے۔ ان کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا تھا۔ لڑکی کا نام انیس تھا۔ اسی کے نام پر انھوں نے اپنے آخری ایام میں ایک ماہوار پرچہ "انیس نسواں" جاری کیا تھا۔[۸] شیخ صاحب کی وفات کے وقت لڑکی کی عمر بارہ سال کے قریب تھی[۹] لڑکا پیدائشی مریض تھا۔ اس کو مرگی کا عارضہ تھا۔ اس وجہ سے اس کا ذہنی توازن قدرے متاثر تھا[۱۰]

---

[۶] "المعارف" لاہور فروری، مارچ ۱۹۷۳، ص ۱۰

[۷] عصمت کی کہانی از رازق الخیری، ص ۶

[۸] روایت از خواجہ محمد شفیع دہلوی

[۹] عصمت جون ۱۹۴۱، ص ۳۸۰

[۱۰] روایت از خواجہ محمد شفیع دہلوی۔

حکیم عبدالسلام نظامی[11] دہلوی رقم الحروف کے نام اپنے خط محررہ جولائی ۱۹۸۲ میں تحریر کرتے ہیں :
"شیخ صاحب کے ایک صاحب زادے بھی تھے ان کی عمر ۱۹۴۷ء میں ۳۲/۳۰ سال کی ہوگی۔ داڑھی اور سر کے بال سنہری تھے۔ رنگ باپ کی طرح سرخ و سفید تھا۔ ان کا نام غالباً محمد اکرم تھا۔ عام طور سے مولانا سے خطاب کیے جاتے تھے، اور یہ ۱۹۴۷ء میں مع والدہ پاکستان چلے گئے تھے"[12]

مَیں نے روزنامہ "جسارت" کراچی کے ذریعے ان کے اہل خانہ کی جستجو کی مگر ناکام رہا۔
شیخ محمد اکرام حسین و جمیل آدمی تھے۔ حکیم عبدالسلام نظامی دہلوی نے ان کا قلمی خاکہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا ہے :

"شیخ محمد اکرام نام، نائب مدیر مخزن، اور جب شیخ عبدالقادر صاحب (سر) بیرسٹری کے لیے لنڈن گئے تو انیس نسواں کے مالک و مدیر۔ رنگ گورا و سرخ، جسم فربہ، قد درمیانی، پابند وضع، ترکی ٹوپی و بغیر شیروانی پہنے کبھی گھر سے باہر نہیں نکلے۔ پان کثرت سے کھاتے تھے۔ ہونٹ ہمہ وقت سرخ رہا کرتے تھے۔ آواز دھیمی اور نرم"[13]

شیخ محمد اکرام خوش لباس اور خوش خوراک تھے۔ سلیم الفطرت اور حلیم الطبع تھے۔ ان کے اخلاق و عادات کے متعلق رازق الخیری یوں رقم طراز ہیں : "شیخ صاحب بہت شان دار اور بڑی محبت کے انسان تھے۔ وجاہت ان کے بشرہ سے ٹپکتی اور دلالت ان کے چہرہ پر برستی ہے۔ صداقت ان کی خصلت تھی اور مروت ان کی عادت۔ ان کے پاس ریا کا کام تھا نہ دغا کا نام۔ تصنع سے دور،

---

[11] حکیم عبدالسلام نظامی دہلوی۔ ۱۱ فروری ۱۹۰۷ء کو دلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حکیم حافظ عبدالرحمن (متوفی ۱۹۳۱ء) ۱۸۵۷ء میں بعمر ۲۲/۲۳ سال لال قلعہ دلی میں بطور سپاہی ملازم تھے۔ حکیم صاحب موصوف نے مروجہ علوم اپنے والد صاحب سے پڑھے۔ خواجہ حسن نظامی کے مرید خاص ہیں اور ان کی املا نویسی بھی کرتے رہے ہیں۔ مستند طبیب اور صاحب طرز ادیب ہیں۔ ۲ اپریل ۱۹۷۱ کو ۳۱ سالہ سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ آج کل شمع یونانی و ویدک اور یونانی لیبارٹریز میں حکیم ہیں۔ خدا ان کو صحت مند طویل عمر عطا کرے، آمین۔ شیخ محمد اکرام سے ان کے گھرے دوستانہ مراسم رہے ہیں۔

[12] مکتوب از حکیم عبدالسلام نظامی بنام راقم الحروف محمد صدیق محررہ جولائی ۱۹۸۲ از دہلی (بھارت) [13] ایضاً

لوص سے چکنا چور، شرافت کی تصویر، خلق اکرم کا مجسمہ۔ آج کل کی دنیا مطلب اور غرض کی نیا ہے۔ شیخ صاحب کی دنیا ایثار اور محبت کی دنیا تھی۔"[۱۴]

حکیم عبدالسلام نظامی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ان کے اخلاق و عادات کا تذکرہ کیا ہے:

"وہ بہت معمولی آدمی سے بھی بات چیت کر کے خوش ہوا کرتے تھے اور نہایت مہذب گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ معمولی سے معمولی آدمی کو، اگر وہ سلام کرتا تو اس سے زیادہ لجاجت سے جواب دے کر مزاج پرسی کرتے تھے۔"[۱۵]

شیخ صاحب کی جوانی کا زمانہ بہت شاندار اور اطمینان سے گزرا۔ مگر بڑھاپے میں ان شدید جسمانی، روحانی اور معاشی تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۹۲۳ء سے جسمانی ھوں کا آغاز ہوا۔ پہلے فالج گرا، نڈھال ہو گئے، اعضا کمزور پڑ گئے تو کاربنکل کا آپریشن روانا پڑا۔ وہ جگر و معدہ کی مختلف بیماریوں میں بھی مبتلا رہے۔ یہ جان محفل شخص اس زمانے ں صاحبِ فراش ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ کسی سے ملنا، نہ کہیں آنا جانا خاموشی سے زندگی کے دن کاٹ دیے۔

برصغیر میں تخلیق ادب فکرِ معاش سے رہائی کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ یہی سبب تھا کہ علم و ادب یہ عاشق ہمیشہ فکرِ معاش میں سرگرداں رہا۔ آخری سانس تک علم کی شمع روشن رکھنے کی سعی میں کوشاں عاں رہا۔ حالانکہ مختلف جسمانی و روحانی بیماریاں خود اس کی زندگی کی شمع گل کرنے کے درپے ہں۔ وہ بیرسٹر تھے، مگر علم کی سچائیاں بیرسٹری کی دنیاداریوں سے کیسے مفاہمت کر سکتی ہں۔ اس لیے بیرسٹری چل نہ سکی، جس کی وجہ سے نہایت اوسط درجے کی گزر اوقات ہوتی تھی۔[۱۶]

سید آصف علی بیرسٹر سے شیخ محمد اکرام کے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ وہ سید آصف علی کے گھر پاس ہی سکونت پذیر تھے۔ خواجہ محمد شفیع بیان کرتے ہیں کہ شیخ محمد اکرام کی وفات کے بعد بیوہ اور بچوں پر افلاس کی گہری تاریک گھٹا چھا گئی۔ سید آصف علی کی والدہ صاحبہ متدین اور پارسا خاتون ں۔ صاحبِ مال تو نہ تھیں، صاحبِ دل تھیں۔ وہ نہایت پوشیدگی اور رازداری سے اس بے یار و مددگار

---

[۱۴] عصمت جون ۱۹۴۱ جلد ۶۶ نمبر ۶ ص ۳۸۰

[۱۵] مکتوب از حکیم عبدالسلام نظامی بنام محمد صدیق محررہ جولائی ۱۹۸۲ از دہلی۔

[۱۶] روایت از خواجہ محمد شفیع دہلوی

خاندان کی کفالت میں حصہ لیا کرتی تھیں[12]

سر شیخ عبدالقادر نے جب مخزن جاری کیا تو ابتدائی چند سال وہ تنہا اس کی ادارت کرتے رہے۔ جب ان کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا تو انھیں شیخ محمد اکرام کی ذات میں وہ تمام خوبیاں بدرجۂ اتم نظر آئیں جن کی انھیں تلاش تھی۔ شیخ عبدالقادر مردم شناس تھے۔ انھوں نے شیخ محمد اکرام کی ذات میں پوشیدہ خوبیوں اور صلاحیتوں کو پہچان لیا۔ علامہ اقبال، شیخ عبدالقادر کو "شیخ عالم گنڈہ" کہا کرتے تھے۔ شیخ عبدالقادر کو جہاں بھی کوئی گوہر یکتا ملا انھوں نے اس کو اپنی گرہ میں باندھ لیا۔ شیخ محمد اکرام بھی انہی موتیوں میں سے ایک موتی تھے، جن کو انھوں نے اپنی گرہ میں باندھ لیا تھا۔ شیخ عبدالقادر نے "مخزن پریس" اور مجلہ "مخزن" کی نائب ادارت کا تمام بوجھ شیخ محمد اکرام کے کندھوں پر ڈال دیا، جس کو انھوں نے بطریق احسن انجام دیا۔

۱۹۰۷ میں "مخزن" کا دفتر اور مخزن پریس لاہور سے دلی منتقل ہوا تو اس کے دفتر اور پریس کے لیے ایک وسیع عمارت کی ضرورت تھی۔ بڑی جستجو اور تلاش کے بعد کوچہ چیلاں میں ایک وسیع و عریض عمارت پسند کی گئی، جس میں شیخ محمد اکرام کی رہائش بھی تھی اور مخزن کا دفتر اور مخزن پریس بھی اسی میں تھا۔ یہ مکان علمی، ادبی اور سیاسی سرگرمیوں اور مصروفیات کا مرکز رہا ہے۔ اس عمارت کا ذکر ملا واحدی نے یوں کیا ہے۔ "اس وسیع اور بلند عمارت کو حاجی علی جان والے، حاجی عبدالغفار نے ساٹھ پاسٹھ برس ہوئے، اُمنگ اور شوق سے تعمیر کرایا تھا، تارکشی کے کارخانہ کے لیے۔ یہ دلی کے مسلمانوں کا واحد مل تھا۔ مل میں مشینوں اور انجن کے ذریعہ تارکشی کی جاتی تھی۔ لیکن مل چل نہ سکا اور مل کا مکان حاجی عبدالغفار کے پاس رہ گیا، اور اب ان کے فرزند حاجی محمد صالح کی ملکیت ہے۔ مشینوں کے ہٹ جانے کے بعد اتنا جہاز کا جہاز مکان کون کرایہ پر لیتا۔ چند دن کو ریاست ٹونک کے ولیعہد باپ سے بگڑ کر اس مکان میں آ پڑے تھے۔ یا ۱۹۱۱ کے دربار میں ریاست مانگرول اور ریاست مانادور والوں نے یہاں دربار کا مہینہ بسر کیا تھا اور نہ مکان خالی ہی پڑا رہتا تھا۔ مستقل کرایہ دار کی حیثیت سے پہلی مرتبہ اس میں شیخ محمد اکرام، سب ایڈیٹر رسالہ مخزن آکر بسے۔ مخزن شیخ (اب سر) عبدالقادر

[12] بروایت خواجہ محمد شفیع دہلوی۔

کا رسالہ تھا۔ شیخ عبدالقادر بیرسٹری پاس کر کے لندن سے لوٹے تو انھوں نے پریکٹس دلی میں شروع کی اور مخزن کے دفتر کو لاہور سے دلی منتقل کر لیا۔ شیخ عبدالقادر نے اپنی سکونت اور اپنی رہائش تو کچہری کے قریب محلہ کشمیری دروازہ میں رکھی اور مخزن کے دفتر کے لیے اور شیخ محمد اکرام کے لیے یہ مل والا مکان منتخب کیا۔ شیخ عبدالقادر بلا ناغہ روز شام کو دفتر مخزن تشریف لاتے تھے اور رات گئے تک وہاں ٹھہرتے تھے۔ پھاٹک سے ملحق دربان کی کوٹھری کے آگے ایک چبوترہ تھا، اس پر نشست ہوتی تھی۔ دلی کے اور باہر کے بے شمار شاعروں اور ادیبوں کو پہلے پہل میں نے اسی چبوترے پر دیکھا۔ بزرگوں کی باتیں سننے کیں بھی اس مجلس میں جاتا تھا، پھر مخزن مٹیا محل چلا گیا۔[۱۸] ۱۹۰۹ء میں مخزن لاہور چلا گیا تو شیخ محمد اکرام نے بھی اس مکان کو چھوڑ دیا۔ شیخ صاحب کے بعد میں برادران نے کوچہ چیلاں[۱۹] کو آباد کیا۔ ہمدرد اور کامریڈ اس مکان سے جاری ہوئے۔

شیخ محمد اکرام اگست/ستمبر ۱۹۱۱ میں بیرسٹری کرنے کے لیے انگلستان روانہ ہو گئے۔ اکتوبر ۱۹۱۱ میں انھوں نے لنکنز ان میں داخلہ لیا اور ۱۸ نومبر ۱۹۱۲ء میں انھیں بیرسٹری کی ڈگری عطا کی گئی۔

انھوں نے ہندوستان واپس آکر دلی ہی کو اپنا مسکن بنایا۔ حکیم عبدالسلام نظامی بیان کرتے ہیں کہ "بیرسٹر ہونے کے بعد شاید کوئی مقدمہ لیا ہو۔ قانونی قابلیت تو بے پناہ تھی۔ مگر عدالت کے سامنے کھڑا ہونا اور آداب والقاب سے ان کو مخاطب کرنا وہ عیب سمجھتے تھے ـــــ پیچیدہ مقدمات میں اکثر ان کے ملنے والے وکیل ان سے مشورہ کرنے ان کے گھر آیا کرتے تھے۔ شیخ محمد اکرام بیرسٹر غالباً اپنے علمی اور قانونی دوستوں کی وجہ سے دیوانی اور فوج داری مقدمات کو خوب سمجھ کر ان پر تنقید کر کے اپنے احباب وکلا کو پیروی کے پینترے بتا دیا کرتے تھے۔"[۲۰]

---

[۱۸] میرے زمانہ کی دلی، حصہ اول - ملا واحدی - ص ۹۲ - ۹۳

[۱۹] کوچہ چیلاں لال قلعہ کے نزدیک ہے۔ اس کا اصل نام کوچہ چہل امیران تھا۔ اس میں اگلے زمانے میں چالیس امرا کے مکانات تھے، جنھیں بادشاہ کے قریب رہنا ہوتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ کوچہ چہل امیران سے کوچہ چہلاں اور کوچہ چہلاں سے کوچہ چیلاں بن گیا۔

[۲۰] مکتوب از حکیم عبدالسلام نظامی بنام محمد صدیق محررہ - جولائی ۱۹۸۲ از دہلی

حکیم صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے باقاعدہ پریکٹس نہیں کی۔ مختلف سالوں کے پنجاب کے گزٹ بھی حکیم صاحب کے بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس زمانے میں چیف کورٹ (ہائی کورٹ) لاہور میں تھا، اس لیے تمام مقدمات لاہور میں دائر کیے جاتے تھے۔ چیف کورٹ میں پیش ہونے والے تمام رجسٹرڈ وکیلوں کی مکمل فہرست ہر سال پنجاب گزٹ میں شائع کی جاتی تھی۔ اس دور کے پنجاب گزٹ کے صفحات کی ورق گردانی اور چھان پھٹک سے سر شیخ عبدالقادر، علامہ اقبال، سید آصف علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور خلیفہ شجاع الدین وغیرہم کے اسمائے گرامی کا اندراج تو ملتا ہے، شیخ محمد اکرام کا نام درج نہیں۔ انھوں نے چیف کورٹ میں پیش ہونے کے لیے اپنا نام ہی رجسٹرڈ نہیں کروایا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ سول اور فوجداری مقدمات کے لیے چھوٹی اور ماتحت عدالتوں میں پیش ہوتے رہے ہوں، کیونکہ رازق الخیری لکھتے ہیں: "ہندوستان واپس آکر یو۔ پی اور پنجاب میں پندرہ سال تک پریکٹس کرتے رہے، یہاں تک کہ سرکاری وکیل ہو گئے"[۱۲]

پنجاب گزٹ میں سرکاری وکلا کے ناموں کی بھی مکمل فہرست شائع ہوا کرتی تھی۔ پنجاب گزٹ میں مطبوعہ سرکاری وکلا کی فہرست میں بھی ان کا نام موجود نہیں۔

شیخ محمد اکرام کو زبان و ادبیاتِ اردو سے گہرا عشق تھا۔ وہ اردو کو شیریں ترین زبان خیال کرتے تھے۔ وہ اردو زبان کے لب و لہجہ، محاورے اور روزمرہ کے شیدائی تھے۔ برصغیر میں جہاں کہیں اردو اور ہندی تنازعہ کے زمانے میں اردو رسم الخط اور اردو کی حمایت میں اجلاس منعقد ہوتے، شیخ صاحب ان میں شریک ہوتے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں مجلہ مخزن کا دفتر دلّی منتقل ہوا تو وہ بھی دلّی پہنچ گئے، مگر یہ اردو زبان کا عشق تھا کہ مخزن تو ۱۹۰۹ میں لاہور واپس آگیا، مگر شیخ صاحب دلی ہی میں مقیم رہے حتّٰی کہ دلّی کی خاک کا لقمہ بنے۔

مخزن، عصمت، تمدن اور انیس نسواں کی ادارت کے زمانے میں شیخ محمد اکرام کو اس عہد کے عظیم اور نامور ادبا اور شعرا کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ ان جدید و قدیم روایات کے علم بردار شاعروں اور ادیبوں سے ان کے ذاتی مراسم تھے، ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سر محمد اقبال،

---

[۱۲] عصمت جون ۱۹۲۱ ص ۳۸۰

دری خوشی محمد ناظر، مرزا اعجاز حسین، میر غلام بھیک نیرنگ، عبدالرشید چشتی، مولانا ظفر علی خاں، تلوک چند
دم، سید سجاد حیدر یلدرم، پریم چند، آغا حشر، قاری سرفراز حسین، جسٹس شاہ دین ہمایوں، مولانا
الکلام آزاد، شبلی نعمانی، مولانا حالی، نذیر احمد دہلوی، حسرت موہانی، غلام محمد طور، احسن لکھنوی،
یظ جون پوری، عزیز لکھنوی، منشی دیا نرائن نگم، درگا سہائے سرور، جگن ناتھ آزاد، بسمل آلہ آبادی،
م سرور فگار۔

علامہ راشد الخیری اور شیخ محمد اکرام میں بہت دوستانہ تھا۔ رازق الخیری ان کے تعلق کو مندرجہ ذیل
ظ میں قلم بند کرتے ہیں:

"۱۹۱۱ء میں وہ (شیخ محمد اکرام) بیرسٹری کے لیے لندن چلے گئے، اس زمانے میں شاید ہی کوئی مہینہ ایسا
را ہو کہ علامہ مغفور کا خط[۲۲] انھیں اور ان کا خط علامہ مرحوم کو نہ ملتا ہو، کیوں کہ شیخ صاحب کو خرچ وغیرہ
ے کا انتظام بھی علامہ مغفور کے ذمہ تھا۔"[۲۳]

شیخ عبدالقادر کی فرمائش پر جب راشد الخیری نے "صبح زندگی" تحریر کرنا شروع کی تو دن بھر
صبح زندگی" کا جتنا حصہ وہ لکھ لیتے تھے، شام کو شیخ محمد اکرام اور شیخ عبدالقادر کی موجودگی
ں وہ تحریر شدہ باب پڑھا جاتا اور اس پر بحث ہوتی — شیخ محمد اکرام خود ایک صاحب طرز
یب، نقاد، شاعر اور سخن فہم تھے، انھیں اردو اور انگریزی زبان و ادبیات پر عبور حاصل
ا۔ عربی زبان و ادبیات پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ عربی کے کئی مضامین کو انھوں نے اردو میں ڈھالا۔
ت ماہر مترجم تھے۔ انھوں نے مخزن، عصمت، تمدن اور انیس نسواں کے ذریعے نوخیز شعرا اور
با کو متعارف کروایا۔ انھوں نے برصغیر کے تمام تاریخی مقامات کی سیاحت کی، انگلستان میں بھی خوب
ومے پھرے۔

مہ اقبال اور شیخ محمد اکرام

شیخ محمد اکرام، شیخ عبدالقادر کے سفر و حضر کے ساتھی تھے۔ ہم خیال اور ہم ذوق تھے۔ علامہ اقبال

۲۲۔ رازق الخیری بیان کرتے ہیں کہ یہ خطوط کتابت ان کے پاس محفوظ تھی مگر ۱۹۴۷ء میں دہلی سے ہجرت کے دوران ضائع ہو گئی۔

۲۳۔ عصمت جولائی ۱۹۴۳ء — ص ۱۲۹

اور سر عبدالقادر کے درمیان بہت گہرے تعلقات تھے، اسی لیے جو حضرات سر عبدالقادر کے قریب تھے، ان کا علامہ اقبال کے حلقۂ احباب میں شامل ہو جانا لازمی تھا۔ شیخ محمد اکرام، شیخ عبدالقادر کے عزیز دوست تھے۔ وہ بھاٹی دروازے کی ادبی محفلوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اس لیے علامہ اقبال اور شیخ محمد اکرام میں بھی گہرے دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔

۱۹۰۴ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اٹھارواں اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا تو شیخ محمد اکرام، علامہ اقبال، شیخ عبدالقادر اور میر غلام بھیک نیرنگ نے اس اجلاس میں شریک ہو کر پنجاب کی نمائندگی کی۔

۱۹۰۴ء میں سر عبدالقادر بیرسٹری کے لیے انگلستان روانہ ہوئے۔ میر غلام بھیک نیرنگ (ستمبر ۱۸۷۶ء۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء) نے ان کی روانگی پر اپنے دلی جذبات ایک نظم میں کہہ کر عبدالقادر کی خدمت میں پیش کیے۔ سر عبدالقادر نے وہ نظم شیخ محمد اکرام کو مخزن میں طبع کرنے کے لیے روانہ کی اور علامہ اقبال کو خط لکھا جس میں شیخ محمد اکرام کا یوں ذکر کیا: "ہاں چلتے وقت کی سنیے۔ اس وقت جو صدمہ گھر سے رخصت ہونے اور دوستوں سے بچھڑنے کا تھا اسے تو خیر ضبط کر لیا، مگر راستے میں میر صاحب (میر غلام بھیک نیرنگ بی۔ اے وکیل انبالہ) نے ایک غزل کے چند اشعار جو یوں شروع ہوتی تھی:

اللہ تیرا نگہبان، پردیس جانے والے
شیدائیوں سے اپنی آنکھیں چرانے والے

اس سے رقت طاری ہو گئی۔ محمد اکرام (نائب مدیر مخزن) کو کہیے کہ یہ غزل جب آئے، آپ کو دکھائے"[۲۲]
اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ محمد اکرام اور علامہ اقبال کی اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ مگر یہ سب واقعات پردۂ اخفا میں ہیں۔

۱۹۰۵ء میں علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان گئے۔ وہ ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء کو لاہور سے دلی پہنچے اور ۳ ستمبر ۱۹۰۵ء کو دلی سے بمبئی روانہ ہوئے۔ شیخ محمد اکرام لاہور سے اور میر نیرنگ انبالہ سے انھیں الوداع کہنے دلی تک ساتھ گئے۔ علامہ اقبال نے مختلف احباب کے نام اپنے خطوط

---

[۲۲] نذر اقبال۔ مطبوعہ بزم اقبال ص ۱۶۴-۱۶۵

میں شیخ محمد اکرام کا ذکر کیا ہے۔ مولوی انشاء اللہ خان (۱۸۷۰ - ۱۹۲۸ء) مدیر "اخبار وطن" کے نام انھوں نے ۲۱ ستمبر ۱۹۰۵ کو عدن سے ایک خط ارسال کیا۔ یہ خط "اخبار وطن" مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۰۵ کو شائع ہوا۔ اس خط میں علامہ اقبال نے اپنے ریل کے سفر اور احباب کا ذکر کرتے ہوئے دو ناموں کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: " ۳ ستمبر (۱۹۰۵) کی صبح کو میر نیرنگ اور شیخ محمد اکرام اور باقی دوستوں سے دہلی میں رخصت ہوکر بمبئی کو روانہ ہوا۔"[۲۵]

۱۹۰۸ء میں علامہ اقبال پی۔ ایچ۔ ڈی اور بیرسٹری کی اعلیٰ ڈگریاں لے کر کامیاب و کامران وطن لوٹے تو شیخ محمد اکرام اور میر نیرنگ نے دیگر احباب کے ساتھ دلّی ریلوے سٹیشن پر ان کا استقبال کیا۔ ۲۶ جولائی ۱۹۰۸ کو درگاہ خواجہ نظام الدین اولیا میں حاضر ہونے والے احباب میں شیخ محمد اکرام، شیخ عبدالقادر، مولانا راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی اور سید جالب دہلوی قابلِ ذکر ہیں[۲۶]

۶-۱۹۰۵ء میں خواجہ حسن نظامی ہندو فقیروں، سادھوؤں، جوگیوں اور ان کے متبرک تیرتھوں کی یاترا کے شوق میں متھرا، بنارس، بندرابن، گیا، ہردوار اور جگن ناتھ گئے۔ واپسی پر انھوں نے ایک رسالہ "تیرتھ یاترا" تحریر کیا۔ اس سیر میں شیخ محمد اکرام اور میر نیرنگ ان کے ہمراہ تھے۔ حسن نظامی نے علامہ اقبال کے نام اپنے خطوط میں اس "یاترا" کا ذکر کیا ہے۔

علامہ اقبال نے ۲۵ اپریل ۱۹۰۶ کو ایک خط حسن نظامی کو لکھا۔ اس میں انھوں نے شیخ محمد اکرام کا ذکر بھی کیا۔ خط کی نقل پیشِ خدمت ہے:

۲۵ اپریل ۱۹۰۶

سرمست سیاح کو سلام۔ متھرا، ہردوار، جگن ناتھ، امرناتھ جی سب کی سیر کی مبارک ہو۔ مگر بنارس جاکر لیسلام ہو گئے۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔ بلکہ ہمارے میر صاحب نیرنگ اور اکرام کو بھی ساتھ لے ڈوبے۔

---

[۲۵] نقوش اقبال نمبر ۲ شمارہ ۱۲۳ ۱۹۷۷ء، ص ۵۰۔

[۲۶] معاصرین ــ اقبال کی نظر میں۔ عبداللہ قریشی، ص ۷۱

میرے پہلو میں ایک چھوٹا سا بت خانہ ہے کہ ہر بت اس صنم کدے کا رشک صنعت آذری ہے۔ اس پرانے مکان کی کبھی سیر کی ہے۔ خدا کی قسم بنارس کا بازار فراموش کر جاؤ۔ میں تو ہر قدم پر آپ کو یاد آتا تھا۔ کیوں یاد نہ آؤں، آپ بھی ہم کو عموماً یاد آیا کرتے ہیں۔ والسلام:

آپ کا محمد اقبال[۵۴]

---

۵۴ اقبال نامہ ج دوم ص ۳۵۶

(باقی آئندہ)

افکارِ غزالی

مولانا محمد حنیف ندوی

اس کتاب کو امام غزالیؒ کے شاہکار "احیاء علوم الدین" کی کامیاب تلخیص اور ان کے افکار پر سیر حاصل تبصرے کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس میں امام نے عقائد اسلامی کا پورا پورا تجزیہ کیا ہے۔ تہذیب و اخلاق کے چہرۂ زیبا کو اور نکھارا اور سنوارا ہے، ایمان کی گتھیاں کو سلجھایا ہے اور ان کو فکر و نظر کے نہایت ہی حسین انداز میں پیش کیا ہے، عبادات کی روح متعین کی ہے اور ان کی تہ میں جو فلسفہ کارفرما ہے اس کی نشان دہی کی ہے۔ معاملات کی وضاحت کی ہے، اور بحیثیت مجموعی دین کی ایسی دلآویز تشریح کی ہے کہ جس سے الحاد و زندقہ کی تاریکیاں چھٹ کر رہ جاتی ہیں۔

مقدمے میں فاضل مؤلف نے امام کے حالات و سوانح پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کے خیالات و افکار کس قدر اہمیت کے حامل ہیں اور علمی و دینی دنیا میں ان کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔

صفحات ۵۲۶ قیمت ۲۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور